94840 ـ اسلام اور غلامی

سوال

میں نے نصرانی مبلغوں سے دین اسلام کی بہت زیادہ مذمت سنی ہے اور وہ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ دین اسلام نے غلامی کو جائز قرار دیا ہے، جس میں انسان کی آزادی اور انسانی حقوق پر زیادتی ہے، تو ان لوگوں کو ہم کیا جواب دیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

نضرانیت کی تبلیغ کرنے والوں، اور دین اسلام سے روکنے والوں کی جانب سے غلامی جیسے موضوع کو چھیڑنا اور اس کے متعلق مختلف قسم کے سوالات اٹھانا ان چیزوں میں شامل ہوتا ہے جس سے ایك عقل و دانش رکھنے والے شخص کی رگ حمیت اور غضب بھڑکتی ہے، اور ان سوالات کے پیچھے چھپی ہوئی غرضوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں.

اس لیے کہ یھویدت اور نصرانیت میں غلامی تو ظالمانہ صورت میں مقرر اور ثابت ہے، اور ان کی کتابیں اس کے متعلق کلام اور اسے بہتر اور اچھا سمجھنے میں بھری ہوئی ہے، اس بنا پر جب پہلی نظر ہی ڈالی جائے تو پھر یہ کہا جاتا ہے: کنیسہ کے یہ پجاری لوگوں کو عیسائیت کی دعوت کیسے دیتے ہیں، حالانکہ نصرانیت تو غلامی اور اس کی مشروعیت کی قائل ہے ؟

اور دوسرے معنوں میں یہ کہ: وہ اس معاملے کو کیسے ابھارتے اور اچھالتے پھرتے ہیں جس میں وہ خود اپنی ٹھوڑیوں تك غرق ہیں ؟

لیکن جب دونوں نظریوں کے درمیان مقارنہ کیا جائے، اور جب دین اسلام کے آنے کے وقت غلامی کی حالت کے ساتھ مقارنہ کیا جائے تو غلامی کا معاملہ تو بالکل اس کے برعکس اور مختلف نظر آتا ہے.

اس لیے اس موضوع کو کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے، جس میں غلامی کے متعلق یھودیت اور نصرانیت کے ہاں کیا کچھ کہا گیا ہے، اور دور حاضر کے ترقی یافتہ دور میں اس موضوع کے متعلق کیا ہے اور پھر ہم دین اسلام میں غلامی کے متعلق کیا ہے یہ بھی ذکر کرینگے.

اسلام اور غلامی:

اسلام کا یہ فیصلہ ہے اور اسلام یہ مقرر کرتا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو مکمل مسئولیت والا بنایا ہے، اور اسے شرعی احکام کا مکلف کیا ہے، اور اس کے نتیجہ اجروثواب اور سزا اس اساس اور بنیاد پر رکھی ہے یہ اس انسان کے ارادہ اور اختیار کی وجہ سے ہے.

اور کوئی انسان بھی اس ارادہ کو مقید کرنے کا مالك نہیں، یا پھر بغیر حق وہ اس اختیار کو سلب نہیں کر سکتا، اور جو شخص بھی اس کی جرات کریگا وہ ظالم اور جائر ہے.

یہ چیز اس باب میں دین اسلام کی مبادیات میں سے ظاہر ہے، اور جب یہ سوالات اٹھائے جاتے ہیں کہ:

دین اسلام نے غلامی کو کیسے مباح کیا ؟

تو ہم بغیر کسی لگی لپٹی اور شرم کیے بغیر پوری قوت کے ساتھ یہ کہینگے کہ:

یقینا دین اسلام میں غلامی مباح ہے، لیکن انصاف کی نظر اور حق کا مقصد یہ واجب کرتا ہے کہ اسلام میں غلامی کے احکام کا دقیق مطالعہ کیا جائے، کہ اس کا مصدر کیا ہے، اور اس کے اسباب کیا ہیں، اور پھر غلام کے ساتھ معاملہ کی کیفیت کیا ہے، اور غلام کے آزاد کے ساتھ حقوق اور واجبات میں مساوات اور برابری بھی دیکھی جائے، اور حریت اور آزادی کے حصول کے طریقہ کیا ہیں، اور شریعت اسلامیہ میں اس بہت سے راستے اور باب رکھے گئے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اس ترقی یافتہ دور کی دنیا میں نئی غلامی اور ترقی و حضارت کو بھی مدنظر رکھا جائے.

جب دین اسلام آیا تو غلامی کے بہت زیادہ اسباب پائے جاتے تھے جن میں: لڑائیاں اور جنگیں، اور جب مقروض شخص قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جاتا، تو وہ غلام بن جاتا، اور غلبہ اور اٹھا کر لے جانا، اور فقر و ضرورت بھی غلامی کا ایك سبب تھا.

اور دنیا کے کونوں میں اتنی غلامی صرف اس اغواء کرنے اور اچك کر لے جانے سے ہی پھیلی، بلکہ آخری دور میں تو یہ امریکہ اور یورپ میں غلامی کا سب سے بڑا سبب ہی یہی رہا ہے.

اور دین اسلام اپنی نصوص کے ساتھ اس کے خلاف بہت سخت موقف رکھتا ہے:

حدیث قدسی میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

" روز قیامت میں تین قسم کے لوگوں کا مدمقابل اور مخالف ہونگا، اور میں جس کا مدمقابل اور مخالف ہوا میں اسے

پر غالب آ جاونگا، ان میں ایك اس شخص کا ذکر کیا: وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا لی "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2227).

اور یہ بھی ایك طرفہ ہے کہ آپ کو قرآن مجید اور سنت نبویہ کی کوئی ایك نص بھی ایسی نہیں ملےگی جو کسی کو غلام بنانے کا حکم دیتی ہو، لیکن آپ کو ایسی بہت سی دسیوں قرآنی آیات اور احادیث رسول مل جائینگی جو غلام آزاد کرنے کی دعوت دیتی ہونگی.

جب اسلام کا ظہور ہوا تو غلام بنانے کے بہت سارے مصدر اور منبع جات تھے، لیکن اس کے مقابلے میں غلام آزاد کرنے کے طریقے اور راستے تقریبا معدوم تھے، تو دین اسلام نے اپنے قوانین اور اصول و ضوابط میں اس نظریہ کو بالکل الٹ کر کے رکھ دیا، تو اس طرح آزاد کرنے کے اسباب بہت زیادہ ہوگئے، اور غلام بنانے کے راستوں کو مسدود کر دیا، اور ایسی وصیت اور نصیحت کی گئی جو ان راہوں کو بند اور مسدود کرتی ہیں.

چنانچہ دین اسلام نے غلام بنانے کے ان سب مصادر اور راستوں کو جو رسالت محمدیہ کے آنے سے قبل پائے جاتے تھے صرف ایك مصدر اور راہ میں محصور کر کے رکھ دیا، اور وہ یہ ہے کہ:

وہ جنگ میں گرفتار ہونے والے کفار قیدی پر غلامی کا حکم ہے، اور اسی طرح ان کی اولاد اور عورتوں پر.

شیخ شنقیطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" غلامی کے ساتھ ملکیت کا سبب کفر، اور اللہ تعالی اور اس کے رسول کے خلاف جنگ ہے، اور مسلمان مجاہدین جنہوں نے اپنی جانیں اور مال اور اپنی ساری قوت اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفار مغلوب ہوں، تو جب اللہ تعالی نے انہیں قدرت اور طاقت دی تو وہ کفار پر غالب آئے اور انہیں اپنا قیدی بنا کر غلام اور اپنی ملکیت میں لے لیا، لیکن جب مسلمان حکمران اور قائد احسان کرتے ہوئے، یا پھر فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے جس میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو تو پھر نہیں " اھـ

دیکھیں: اضواء البیان (3 / 387).

اگر یہ کہا جائے کہ: جب کوئی غلام مسلمان ہو تو اس کی غلامی کی وجہ کیا ہے ؟

حالانکہ غلامی کا سبب تو کفر اور اللہ تعالی کے خلاف جنگ ہے اور یہ زائل ہو چکی ہے ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

علماء کرام اور اکثر دانش مندوں کے ہاں قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ: سابقہ حق لاحقہ حق سے ختم نہیں ہوتا، اور سبقت کی بنا پر حق بننا ظاہر ہے اس میں کوئی چیز مخفی نہیں.

تو جب مسلمانوں کو غنیمت میں کفار قیدی حاصل ہوئے تو ان کی حق ملکیت سب مخلوق کے خالق کے قانون کے مطابق ثابت ہوئی، اور وہ خالق حکیم و خبیر بھی ہے، اس لیے جب یہ حق ثابت ہو گیا، اور پھر وہ غلام بعد میں مسلمان ہوگیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تو اسلامی قبول کرنے کی بنا پر اسے غلامی سے نکلنے کا حق حاصل تھا، لیکن مجاہد کا حق جو اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا حق ملکیت ہے وہ سبقت لے گیا ہے، اور یہ کوئی عدل و انصاف نہیں کہ بعد والے حق کی بنا پر پہلا حق ختم کر دیا جائے، جیسا کہ عقلاء و دانش مندوں کے ہاں معروف ہے.

جی ہاں مالك کے لیے یہ بہتر اور اچھا ہے کہ جب غلام اسلام قبول کر لے تو وہ اسے آزاد کر دے، اور شارع نے اس کا حکم بھی دیا اور اس کی ترغیب بھی دلائی ہے، اور اس کے لیے کئی ایك دروازے بھی کھولیں ہیں، تو اللہ حکیم و خبر سب عیبوں سے پاك ہے.

اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں، اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے **الانعام** (115).

قولہ: " صدقا " یعنی اخبار کی سچائی میں.

قولہ: " عدلا " یعنی احکام میں.

اور اس میں کوئی شك و شبہ نہیں کہ یہ عدل و انصاف میں سے ہے کہ غلامی وغیرہ سے ملکیت قرآن مجید کے احکام میں سے ہے.

اور کتنے ہی ایسے ہیں جو صحیح قول کی بھی عیب جوئی کرتے ہیں، حالانکہ یہ مصیبت ان کی غلط فہم کی وجہ سے ہے.

دیکھیں: اضواء البیان (3 / 389).

اور غلامی کا سب سے ظاہر مظہر جنگ میں قیدی بننا تھا، اور ہر جنگ اور لڑائی میں قیدی تو ضرور ہوتے ہیں، اس دور اور ایام میں یہ معروف تھا کہ قیدی کی کوئی حرمت اور اسے کوئی حق حاصل نہ تھا، اور وہ یا تو قتل کر دیا جاتا، یا پھر غلام بن جاتا، لیکن دین اسلام آیا تا کہ وہ اس میں دو اور اختیارات کا اضافہ کرے: احسان کرتے ہوئے قیدی کو چھوڑنا یا پھر فدیہ لے کر اسے رہا کر دینا.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

یا تو احسان کر کے چھوڑ دو، یا پھر فدیہ لے کر محمد (4).

چنانچہ جنگ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا، اور باقی دوسرے غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے قیدیوں کو بغیر فدیہ لیے ہی احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا، اور خاص کر فتح مکہ کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو کہا تھا:

" جاؤ تمہیں کچھ نہیں کہا جائیگا، تم آزاد ہو "

اور غزوہ بنو مصطلق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں قید ہونے والے قبیلے کی ایک قیدی عورت سے شادی کی تا کہ اس اس کی شان اور مرتبہ بلند ہو، اس لیے کہ وہ اس قبیلے کے ایک سردار کی بیٹی تھی، اور وہ ام المومنین جویریۃ بنت الحارث رضی اللہ تعالی عنہا ہیں، تو اس طرح کوئی بھی مسلمان ایسا نہ تھا جس نے اپنا قیدی چھوڑ دیا اور اس طرح اس قبیلے کے سارے قیدی ہی آزاد کر دیےگئے.

اس لیے نہ تو دین اسلام قیدیوں کے خون کا پیاسا ہے، اور نہ ہی وہ اتنا پیاسا ہے کہ انہیں غلام بناتا پھرے.

اور اس سے آپ ایک محدود صورت، اور تنگ راہ کا ادراک کرتے ہیں، غلامی میں جس پر چلا جاتا ہے، اور دین اسلام نے غلامی کو بالکل ہی ختم نہیں کیا، کیونکہ یہ کافر قیدی حق اور عدل و انصاف کی مخالفت کرنے میں ظالم تھا، یا پھر ظلم کا ممد و معاون تھا، یا ظلم کرنے یا اس کے اقرار میں ایک آلہ تھا، تو اس کی حریت اور آزادی ظلم و طغیان اور دوسروں پر غلبہ پانے کے لیے ایک فرصت تھی، اور حق کی راہ میں رکاوٹ اور لوگوں کو حق تک پہنچنے نہیں دیتا تھا.

یقینا انسان کے لیے حریت اور آزادی اصلی حق ہے، اور کسی شخص سے بھی حق اس وقت تک چھینا نہیں جاتا جب تک کہ اس کا کوئی سبب اور وجہ نہ ہو، اور اسلام نے جب ان حدود و قیود میں غلامی کے مسئلہ کو قبول کیا جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں تو اس نے انسان پر قید لگائی جس نے اپنی حریت کی فرصت کو ایک غلط فرصت استعمال کی... تو جب وہ دشمنی کی جنگ جس میں وہ شکست کھا گیا قیدی بنا تو اس سے قید کی مدت اور عرصہ اچھے اور بہتر طریقہ سے رکھنا بہت اچھا برتاؤ ہے، اس سب کچھ کے باوجود اسلام میں ان کے لیے دوبارہ حریت اور آزادی کی فرصت بہت زیادہ اور وسیع ہیں.

جیسا کہ اسلام میں غلام کے ساتھ برتاؤ کے اصول عدل و انصاف اور رحمدلی سب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں.

غلام کی آزادی کے وسائل میں سے یہ ہے کہ: غلاموں کی آزادی کے لیے زکاۃ میں ایک حصہ فرض کیا گیا ہے، اور قتل خطاء، اور ظہار، اور قسم کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا، اور رمضان میں دن کے وقت روزے کے حالت میں جماع

کرنے کے کفارہ میں غلام کی آزادی، اس پر مستزاد یہ کہ دین اسلام نے اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کے لیے غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی اور خیالات کو ابھارا ہے.

ذیل میں ہم ان غلاموں کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کے بعض اصول و قواعد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1 ـ اپنے اولیاء اور مالکوں جیسی خوراك اور لباس كی ضمانت:

ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالی نے انہیں تمہارے ہاتھوں کے ماتحت کر دیا ہے، تو اللہ تعالی نے جس کے بھائی کو اس کے ماتحت کر دیا ہو تو وہ اسے وہی کچھ کھلائے جو خود کھاتا ہے، اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے، اور وہ اسے ایسا کام اور عمل کرنے کا نہ کہے جو اس سے نہ ہو اور وہ اس کی برداشت سے باہر ہو، اور اگر وہ اسے ایسا کام کرنے کا کہے تو پھر اس میں اس کے ساتھ اس کی معاونت کرے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (6050).

2 ـ ان کی عزت و تکریم کی حفاظت:

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

" جس نے بھی اپنے غلام پر بہتان باندھا اور وہ اس سے بری ہو جو اس نے کہا ہے تو روز قیامت اسے کوڑے مارے جائينگے، الا یہ کہ وہ اسی طرح کا ہو جیسا اس نے اسے کہا ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (6858).

ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے اپنا ایك غلام آزاد کر دیا، پھر زمین سے ایك چھڑی یا کچھ پکڑ کر کہنے لگے: میرے لیے اس میں اس کے برابر بھی اجر نہیں! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

" جس نے بھی اپنے غلام کو تھپڑ مارا، یا اسے زدکوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے "

صحیح مسلم حدیث نمبر (1657).

3 ـ غلام کے ساتھ عدل و انصاف کرنا اور اس پر احسان کرنا:

بیان کیا جاتا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ایك غلام کی غلطی کی بنا پر اس کا کان پکڑ کر رگڑا،

پھر اس کے بعد اسے کہنے لگے: آگے آؤ اور میرا کان پر چٹکی کاٹو، تو غلام نے ایسا نہ کیا، تو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر اصرار کیا، تو اس غلام نے ہلکی سی چٹکی کاٹی تو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کہنے لگے: اچھی طرح چٹکی کاٹو، کیونکہ میں قیامت والے عذاب کا متحمل نہیں ہو سکتا، تو غلام کہنے لگا: میرے مالك اسی طرح میں بھی اس یوم سے ڈرتا ہوں جس سے آپ ڈر رہے ہیں.

اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ جب اپنے غلاموں میں ان کے ساتھ مل کر چلتے تو ان میں سے کسی کی پہچان نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ ان سے آگے نہیں چلتے تھے، اور ان جیسا ہی لباس پہنا کرتے تھے.

اور ایك دن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ گزر رہے تھے کہ کچھ غلاموں کو کھڑے ہوئے دیکھا، وہ اپنے مالکوں کے ساتھ کھا نہیں رہے تھے تو انہیں بہت غصہ آیا اور ان کے مالکوں کو کہنے لگے: اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے خادموں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں ؟ پھر ان سب خادموں کو بلایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا.

ایك شخص سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آیا تو وہ آٹا گوندھ رہے تھے - اور وہ گورنر تھے - تو وہ شخص کہنے لگا: اے ابو عبد اللہ یہ کیا ہو رہا ہے ؟

تو وہ کہنے لگے: ہم نے غلام کو ایك کام کے لیے بھیجا ہے، اور ہم یہ ناپسند کرتے ہیں کہ اس کے لیے ہم دو کام اکٹھے کر دیں!

4 ـ بعض اشیاء میں غلام اپنے آقا سے آگے بڑھ سکتا ہے اس میں کوئی مانع نہیں:

وہ دنیاوی اور دینی امور جن میں ایك دوسرے سے آگے بڑھا جا سکتا ہے، نماز میں غلام کی امامت کرانا صحیح ہے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا غلام نماز میں ان کی امامت کروایا کرتا تھا، بلکہ مسلمانوں کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر ان کے امور کا امیر اور ذمہ دار غلام بن جائے تو بھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائیگی!

5 ـ وہ اپنے آپ کو اپنے مالك اور آقا سے خرید کر آزاد ہو سکتا ہے.

جب کسی بھی وجہ سے ایسا ہو کہ وہ غلام بن جائے، اور پھر یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنی گمراہی سے باز آ جائے، اور اپنا ماضی بھول کر ایك اچھا انسان بن جائے، اور شر و برائی سے دور ہو کر خیر و بھلائی کے قریب ہو تو کیا اس کی طلب پوری کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا جائیگا ؟

اسلام اس کی طلب اور درخواست قبول کرنے کا کہتا ہے، اور بعض فقہاء کرام تو اسے واجب قرار دیتے ہیں، اور بعض مستحب کہتے ہیں!!!

اور ہمارے ہاں اسے مکاتب کہتے ہیں یعنی غلام اپنے آقا اور مالك سے اپنا آپ خرید لے، اور اسے قیمت ادا کرنے کا

سودا کر لے جو اسے قسطوں میں ادا کریگا.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

اور تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی بھی تمہارے ساتھ مکاتبت کرنا چاہتے ہیں (یعنی کچھ دے کر آزاد ہونا چاہتے ہیں) تو ان تم ان سے مکاتبت کر لیا کرو اگر تمہیں ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو، اور جو مال تمہیں اللہ تعالی نے دے رکھا ہے اس میں سے تم انہیں بھی دو النور (33).

غلام کے ساتھ دین اسلام کا یہ عدل و انصاف ہے، اور دین اسلام ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے.

تو ان وصیتوں کے نتیجہ یہ نکلا کہ: بہت سارے اوقات میں غلام اپنے آقا کا دوست بن گیا، بلکہ اسے اس نے اپنے بیٹے کی جگہ رکھ لیا، ابن سعد بن ہاشم خالدی اپنے غلام کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

وہ میرا غلام تو نہیں لیکن وہ بیٹا ہے جو مجھے اللہ نگہبان اور بے نیاز نے عطا کیا ہے.

اس نے اچھی خدمت کر کے مجھے تقویت دی ہے، اس لیے وہ تو میرا ہاتھ اور بازو اور کندھا ہے.

مسلمانوں کا غلاموں سے اس طرح کے معاملات کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے غلام خاندان اسلام میں داخل ہو کر بھائی بھائی اور ایك دوسرے سے محبت کرنے والے بن گئے، حتی کہ وہ اس طرح ہو گئے کہ وہ ایك خاندان کے افراد ہیں.

جوسٹف لوپن اپنی کتاب " عربی تہذیب " یعنی حضارۃ العرب میں لکھتا ہے:

" میں جسے سچا سمجھتا اور خیال کرتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کے ہاں غلامی غیر مسلموں کے ہاں غلامی سے بہتر ہے، اور مشرق میں غلاموں کا حال یورپ میں غلاموں کی حالت سے بہت بہتر اور اچھی ہے، مشرق میں غلام تو خاندان کے افراد ہوتے ہیں .... اور جو غلام آزادی کی رغبت رکھتے ہیں وہ اپنی رغبت پا لیتے ہیں.... لیکن وہ اس کے باوجود اپنا یہ حق استعمال نہیں کرتے " انتہی.

غیر مسلمانوں کا غلاموں کے ساتھ معاملہ کس طرح کا ہے ؟

غلاموں کے بارہ میں یھودیوں کا موقف:

یہودیوں کے ہاں بشریت دو قسموں میں تقسیم کی گئی ہے:

پہلی قسم: بنو اسرائیل.

دوسری قسم: باقی ساری بشریت.

رہے بنو اسرائیل تو ان کا ایک دوسرے کو عہد قدیم کی تعالیم کے مطابق غلام بنانا جائز ہے.

لیکن اس کے علاوہ جو بنی اسرائیل نہیں وہ یہودیوں کے ہاں گری پڑی جنس ہے، جنہیں زبردستی اور تسلط کے ذریعہ غلام بنایا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ایسی نسلیں ہیں جن پر آسمان قدیم کے نام سے ذلت لکھ دی گئی ہے:

انجیل کے سفر (2 ـ 12) الخروج کے اکیسویں اصحاح میں لکھا ہے:

جب آپ کوئی عبرانی غلام خریدیں تو وہ چھ برس خدمت کریگا اور ساتویں برس مفت ہی آزاد ہو جائیگا، اگر وہ اکیلا داخل ہوا تو اکیلا نکلےگا، اور اگر عورت کے ساتھ ہو تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ نکلے گا، اور اگر اس کے آقا نے اسے عورت دی اور اس نے بیٹے اور بیٹیاں جنی تو عورت اور اس کی اولاد مالک کی ہونگے، اور وہ اکیلا ہی آزاد ہو کر نکلےگا، لیکن اگر غلام کہے کہ میں اپنے آقا اور اپنی بیوی اور اولاد سے محبت کرتا ہوں اور آزاد نہیں ہوتا، تو اس کا مالک اسے اللہ کے سپرد کردےگا، اور وہ اسے ربی یا قائمۃ کے سپرد کر دیگا، اور اس کا مالک اس کے کان میں سوراخ کریگا اور وہ ساری عمر خدمت ہی کرتا رہےگا.

لیکن غیر عبرانی کو قید یا تسلط کے ذریعہ غلام بنایا جائیگا کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ یہودیوں کی جنس باقی لوگوں سےاعلی اور برتر ہے، اور وہ اس غلامی کے لیے محرف شدہ توراۃ سے سند اور دلیل تلاش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حام بن نوح ـ جو کہ کنعان کا باپ ہے ـ نے اپنے باپ کو ناراض کر دیا تھا، کیونکہ ایک روز نوح نے نشہ کیا اور پھر ننگے ہو گئے، جبکہ وہ اپنے خیمہ میں سوئے ہوئے تھے، تو حام نے اسے اسی حالت میں دیکھا، اور جب بیدار ہونے کے بعد نوح کا اس کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا، اور اس کی نسل پر لعنت کی اور وہ کنعان ہے.

اور کہا ـ جیسا کہ توراۃ کے چیپٹر " التکوین " اصحاح (9 / 25 ـ 26) میں ہے:

(کنعان ملعون غلام ہے، اپنے بھائیوں کا غلام ہوگا، اور کہا: سام کا الہ مبارک رب ہے، اور کنعان ان کا غلام ہو).

اور اسی اصحاح (27) میں لکھا ہے:

(اللہ تعالی یافث کو فتح دے اور وہ سام کے مسکن میں رہے، اور کنعان ان کا غلام بنے).

اور چیپٹر " التثنیۃ " الاصحاح نمبر (20) (10 ـ 14) میں لکھا ہے:

جب تم شہر میں داخل ہونے کے لیے اس کے قریب پہنچو تو اسے صلح کی طرف بلاؤ، اگر وہ تمہاری صلح کی بات

مان لیں اور اللہ تعالی تجھے فتح دے تو اس میں جو خاندان بھی موجود ہونگے وہ تیرے کام کاج اور تیری غلامی کرینگے، اور اگر وہ تیری صلح قبول نہ کریں بلکہ تو ان کے ساتھ لڑائی کرے تو ان کا محاصرہ کر، اور جب تیرا رب اس شہر کو تیرے سپرد کر دے تو پھر اس کے سب مردوں کو تلوار سے قتل کردے، لیکن عورتوں اور بچوں اور چوپائیوں اور ہر وہ کچھ جو شہر میں ہے وہ اس کی غنیمت ہے تو اسے اپنے لیے غنیمت بنا لے).

غلامی کے متعلق عیسائیوں کا موقف:

نصرانیت آئی تو اپنے سے قبل یہودیوں کی طرح غلامی کو برقرار رکھا، انجیل میں کوئی ایسی نص نہیں جو غلامی کو حرام کرتی ہو، یا اس سے انکار کیا ہو.

یہ بات بہت ہی عجیب ہے کہ عیسائی مؤرخ (ولیم مایر) ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تو عیب جوئی کرتا ہے کہ انہوں نے غلامی کو کسی بھی حال میں باطل نہیں کیا، اور غلامی کے متعلق انجیل کے موقف سے چشم پوشی کر لی ہے، کہ انہوں نے اس کے متعلق نہ تو مسیح علیہ السلام سے، اور نہ ہی حواریین سے، اور نہ ہی کنائس سے کچھ نقل کیا ہے.

بلکہ پولس تو اپنے رسائل میں وصیت کرتا ہے کہ غلام پورے اخلاص کے ساتھ اپنے آقا کی خدمت کریں، جیسا کہ اس نے اہل افسس کی جانب پیغام میں لکھا ہے.

پولس نے حکم دیا کہ غلام اپنے آقا کی بالکل اسی طرح اطاعت کریں جس طرح وہ مسیح کی اطاعت کرتے ہیں، چنانچہ وہ اہل افسس کی طرف پیغام ارسال کرتے ہوئے چھٹے اصحاح (5 ـ 9) میں کہتا ہے:

(اے غلامو! اپنے آقاؤں کی خدمت جسم کے مطابق پورے خوف اور ڈر کے ساتھ کھلے دل کیا کرو جس طرح مسیح کی کرتے ہو، نہ کہ ایسی خدمت جو آنکھوں سے ہو، مثلا کوئی لوگوں کو راضی کرنے کے لیے کرتا ہے، بلکہ مسیح کے غلاموں کی طرح، دل سے اللہ کی مشیت پر عمل کرتے ہوئے، صحیح اور صالح نیت کے ساتھ خدمت کرو، جیسا کہ رب کے لیے ہوتی ہے، لوگوں کے لیے نہیں، یہ جانتے ہوئے کہ ہر کوئی جتنی بھی خیر و بھلائی کر لے تو یہ رب کو پہنچ جاتی ہے چاہے وہ غلام کی جانب سے ہو یا آزاد کی جانب سے).

اور انیسویں صدی کی المعجم الکبیر (لاروس) میں ہے:

" انسان کو غلامی باقی رہنے اور عیسائیوں میں آج تك جاری ہونے میں کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ دین کے بڑے سرکاری لوگ اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور اس کی مشروعیت کو تسلیم کرتے ہیں.

اور اس میں یہ بھی ہے:

" خلاصہ یہ ہے کہ: بلا شبہ مسیحی دین ہمارے اس دور تک پورے طور پر غلام بنانے پر راضی ہے، اور انسان کے لیے بہت ہی مشکل ہے کہ وہ اسے باطل کرنے کی کوشش ثابت کر سکے "

قدیس حضرات نے اقرار کیا ہے کہ طبعیت نے بعض لوگوں کو غلام بنایا ہے.

تو کنیسہ اور چرچ والوں نے غلام بنانے سے منع نہیں کیا، اور نہ ہی اس کی مخالفت کی ہے، بلکہ وہ اس کی تائید کرتے رہے ہیں، حتی کہ قدیس فلسفی ٹومس اکوینی آیا تو اس نے فلسفہ کی رائے دینی سرداروں کی رائے کے ساتھ ضم کر دی تو اس نے غلامی پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے اچھا جانا اور اس کی توصیف کی ہے، کیونکہ ۔ اس کے استاد ارسطو کی رائے یہ ہے کہ ۔ فطرتی اور طبعی طور پر جس حالات میں بعض لوگ پیدا کیے گئے ہیں اس میں سے ایک حالت ہے، اور یہ ایمان کے منافی نہیں کہ انسان دنیا میں سب سے کم ترین حصہ پر مطمئن ہو جائے.

دیکھیں: حقائق الاسلام تالیف العقاد صفحہ نمبر (215).

اور ڈاکٹر جارج یوسف کی قاموس کتاب مقدس میں درج ہے:

" مسیحیت نے غلامی پر کوئی اعتراض نہیں کیا، تو اس کی سیاسی وجہ سے، اور نہ ہی اقتصادی وجہ سے، اور نہ ہی وہ مومنین کو غلامی کے اعتبار سے اپنے آداب میں اپنی نسل کی دشمنی اور اختلاف پر ابھارتی ہے، حتی کہ اس میں بحث و مباحثہ کرنے میں بھی نہیں، اور غلاموں کے مالکوں کے حقوق کے خلاف کچھ بھی نہیں کہا، اور نہ ہی غلاموں کو آزادی اور استقلال پر تیار کرتی ہے، اور نہ ہی عیسائیت نے غلامی کے نقصانات میں بحث کی ہے، اور نہ ہی اس کی سختی میں، اور کسی بھی حال میں غلام آزاد کرنے کا حکم نہیں دیتی، اور بالاجماع غلام اور آقا میں کچھ بھی شرعی نسبت تبدیل نہیں ہوئی، بلکہ اس کے برعکس اس نے دونوں فریقوں کے حقوق اور اسکے واجبات ثابت اور مقرر کیے ہیں "

دور حاضر کا یورپ اور غلامی:

قاری کو ترقی یافتہ اور قوت کے دور میں یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ اس دور میں کیا ترقی ہے، اور کون ہیں جو شکار کے طریقوں کے سبب مارے جاتے تھے، اور وہ کون ہیں جو ساحل کی طرف جانے والے راستوں میں مارے جاتے جہاں انگریزی کشتیاں لنگرانداز ہوتیں، پھر باقی لوگ موسم اور ماحول میں تبدیلی کے باعث مرتے، اور چار فیصد لوگ کارگو کے دوران ہلاک کون ہوتے ہیں، اور دوران سفر بارہ فیصد اور اس پر مستزاد یہ کہ دوسرے ممالك پر قبضوں میں مارے جاتے ہیں!!!

اور انگریزی کمپنیوں کے ہاتھ غلاموں کی خرید و فروخت کی تجارت نے حکومت برطانیہ کی اجازت سے زخیرہ اندوزی کا حق حاصل کیا، اور پھر ساری برطانوی رعایا کے لیے غلام رکھنے کی اجازت دے دی، اور بعض ماہرین تو

یہ تخمینہ لگاتے ہیں کہ بریطانویوں نے جن لوگوں کو غلام بنایا اور (1680) سے لیکر (1786) تك دوسرے ممالك پر قبضہ کر کے جنہیں غلام بنایا گیا ان کی تعداد تقریبا (2130000) اشخاص تھی.

اور جب یورپ کا رابطہ سیافام افریقہ سے ہوا تو یہ رابطہ انسانیت کے لیے ایك المیہ بن گیا، جس میں اس براعظم پر پانچ صدیوں تك محیط آزمائش رہی، یورپی ممالك منظم ہوگئے اور ان کی عقل میں ان لوگوں کو وہاں سے اٹھا کر اپنے ملکوں میں لانے کے لیے کئی قسم کے گندے طریقے نشو و نما پانے لگے، تا کہ یہ لوگ ان کی ترقی کے لیے ایندھن بن سکیں، اور یہ ان سے وہ اعمال کرا سکیں جن کے یہ متحمل بھی نہیں ہو سکتے، اور جب امریکہ تلاش ہوا اور اس کا انکشاف ہوا تو یہ مصیبت اور بھی زیادہ ہو گئی، اور یہ افریقی ایك براعظم کی بجائے دو کی خدمت کرنے لگے!!

برطانوی دائرۃ المعارف (برطانوی انسائیکلوپیڈیا میں (2 / 779) مادہ (Slavery) کے تحت درج ہے:

غلاموں کو ان کی بستیوں اور دیہاتوں سے سے اس طرح شکار کیا جاتا تھا کہ: بستیوں کے اردگرد درختوں کے جھنڈ ہوتے اور بستی کے ارد گرد خشك گھاس میں آگ لگا دی جاتی اور جب بستی کے لوگ کھلی جگہ کی طرف نکلتے تو انگریز انہیں مختلف طریقوں سے شکار کر لیتے "

(1661) سے (1774) میلادی کے دوران دس ملین میں سے ایك ملین افریقی سیاہ فام کو امریکہ منتقل کیا گیا، اور نو ملین افراد دوران شکار، اور منتقل کرنے کے دوران موت کا شکار ہو گئے، یعنی وہ جن دس افراد کو شکار کرتے صرف وہی زندہ بچتے اور انہیں امریکا منتقل کر دیا جاتا، اس لیے نہیں کہ وہ راحت اور آرام سے زندگی بسر کر سکیں گے اور لذت حاصل کرینگے، بلکہ اس لیے کہ وہ انہیں مذاق اور عذاب حاصل ہو!!

اور اس میں ان کے لیے ایسے قوانین اور اصول تھے جسے سن کر ہی عقل مند شرماتے ہیں!

ان کے ان سیاہ قوانین میں یہ شامل تھا کہ:

جو کوئی بھی اپنے آقا پر زیادتی کریگا قتل کر دیا جائیگا.

اور جو کوئی بھی فرار ہو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے گرم لوہے سے داغا جائیگا.

اور اگر وہ دوسری بار بھاگا تو قتل کر دیا جائیگا، حالانکہ وہ بھاگ بھی کیسے سکتا ہے کہ اس کے تو ہاتھ پاؤں ہی کاٹے جا چکے ہیں!!

اور ان کے قوانین میں شامل تھا کہ:

سیاہ فام مرد کے لیے تعلیم حاصل کرنا حرام ہے.

اور رنگ داروں پر سفید فام کی ملازمت حرام ہے.

اور امریکا کے قوانین میں یہ قانون بھی ہے:

اگر سات غلام اکٹھے اور جمع ہو جائیں تو یہ جرم شمار ہوگا.

اور سفید فام کے لیے جائز ہے کہ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو ان پر تھوکے، اور انہیں بیس کوڑے مارے.

اور ایك دوسرے قانون میں ہے:

غلاموں کی نہ تو روح ہے، اور نہ ہی جان، اور نہ ہی انہیں کوئی ذہانت حاصل ہے، اور نہ ہی ارادہ اور زندگی صرف ان کے بازؤں میں ہے.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

واجبات، اور خدمت، اور اسے استعمال کرنے سے اعتبار سے تو غلام عاقل ہے، اور کوتاہی کرنے پر اسے سزا دی جائیگی، لیکن حقوق کے اعتبار سے نہ تو اس میں روح ہے، اور نہ ہی اس کوئی وقعت ہے، بلکہ وہ صرف ایك بازو کی حیثیت رکھتا ہے !!!

اور پھر بالاخر کئی صدیوں کے ظلم و ستم کے بعد غلامی کی ممانعت کا نظام اور آزادی کا پروٹوکول بنایا گیا اور غلامی کو ختم کر دیا گیا، اور اس کا اعلان اقوام متحدہ کی ہیڈ کوارٹر سے (1953) میلادی میں ہوا.

اور اس طرح ان کے ضمیر اس آخری صدی میں جا کر بیدار ہوئے جبکہ انہوں نے اپنی ترقی کو ان آزاد لوگوں کی ہڈیوں پر تعمیر کیا جنہیں ایہ لوگ ظلم اور زبردستی غلام بنا کر لائے تھے، اور کونسا منصف ہے جو اس کا مقارنہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ کرتا ہے - جسے چودہ سو برس سے بھی زائد گزر چکے ہیں - وہ یہ دیکھتا ہے کہ اسلام نے اس موضوع میں بلا سوچے ہی دخل اندازی کی ہے، یہ تو بالکل اس کی مثال تو درج ذیل ضرب المثل جیسی ہے:

رمتنی بدائها و انسلت

اس نے اپنی بیماری میری طرف منسوب کر دی اور خود کھسك گئی!

سب سے زیادہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے.

دیکھیں کتاب: شبہات حول الاسلام تالیف محمد قطب، اور تلبیس مردود فی قضایا خطیرۃ تالیف شیخ ڈاکٹر صالح بن حمید امام خانہ کعبہ.

والله اعلم .